



ہمدردی

امریکہ عظیم ہے پانچ کھانا * تیس کھانا
امریکہ کے صاحبزادے کھانا کارہنریہ سلامتی طرفہ
دو امریکہ نوجوانوں کو کھانا وہ ایک دو سرے کے شریکوں کے اور ایک دو سرے
رہے گیتے نہ تھے۔
ہنریہ سلامتی ہنریہ امریکہ تنقید نگاہا و ہنریہ ٹانہ کا درجہ دیتے ہیں

ترجمہ * محمد عباسی ٹاویج <https://www.facebook.com/groups/372605677178945/>

از جزائر شیرون، 13 اکتوبر

بھرپور دس برس گزارنے کے بعد ہماری کہنی اچانک منہ کے بل
ڈھیر ہو گئی۔ ہوش و حواس کچھ بحال ہوئے تو بینک فیکر کو قرض
وصولی کا پروانہ لیے سر پہ کھڑا پایا۔ میں نے خود کو پچاس لاکھ کا
مقروض بتایا تھا نا، یہ رقم دینی کر لیجیے۔

آخر یہ سب ہوا کیسے؟ دو برس پہلے تک ہماری کہنی فورمیک
اچھی خاصی چل رہی تھی پھر ہم سے کچھ غلطیاں سرزد ہوئیں۔ ہم ایک
فرسودہ ورڈ پراسیسنگ پروگرام میں الجھ کر رہ گئے اور بے درجے ترمیم
و پچاندکاری کے ذریعے اسے جدید اور پرکشش بنانے کی کوشش کرتے
رہے۔ ہم نے یکے بعد دیگرے تین مصنوعات آزمائش کے لیے

ماں کو بچہ پر تازہ ہے، وہ سہیلیوں کو بتایا کرتی ہے کہ کیسے میں
نے خالی ہاتھ کاروبار شروع کیا اور آج میں پچاس لاکھ ڈالر کا
مقروض ہوں۔

یہ گھسا پٹا لطف میں نے کسی روز تاپنے کا کالم دل چسپ
بنانے کے لیے آپ کی نذر میں کیا ہے، بد قسمتی سے یہ لطف میرے
حسب حال ہے۔

بچہ وڈا اور میں نے عزیز رشتے داروں سے قرض لے کر اپنی
فٹ ویر کہنی قائم کی تھی۔ کمپیوٹر کے کاروبار میں اتار چڑھاؤ سے
سب رنگ

مارکیٹ میں پیش کیں۔ ان میں کسی کو بھی پزیرائی نہ مل سکی۔ ہم نے اکاؤنٹنگ کے سافٹ ویئر میں ڈیزائننگ کی مزید ایک اور خوبی متعارف کرانے کی انقلابی کوشش کی لیکن نہ اکاؤنٹس کی دنیا میں کسی نے یہ نیا بیج سراہی اور نہ ہی ڈیزائن کی انفرادیت پر کسی نے توجہ دی۔

نتیجہ یہ کہ فروخت گرتی گئی، واجب الادا بلوں کا انبار جمع ہونے لگا۔ ساتھ ہی بینک کا رویہ بھی سخت سے سخت تر ہوتا چلا گیا۔ میں اس صورت حال کا الزام بیچ پر دھرتا اور وہ مجھے قصور وار ٹھہراتا۔ کاروباری شراکت دار تو ہوتے ہی اس لیے ہیں کہ بات بگڑنے پر ایک دوسرے کو مورد الزام قرار دیں لیکن ٹھہریے، یہ تو کاروباری شراکت داری کا صرف ایک رخ ہے۔ ایک سے زائد دماغ ساتھ کام کریں تو کہیں نہ کہیں سے بچاؤ کی راہ بھی سوچھ ہی جاتی ہے۔ چند سال پہلے محض اتفاقاً ہم دونوں شرکا سے ایک عقل مندانہ حرکت سرزد ہوگئی تھی۔ ہم نے ایک انشورنس پالیسی خریدی تھی جس کی رو سے ہم دونوں میں سے کوئی کسی ناگہانی آفت کا شکار ہو جاتا تو انشورنس کمپنی کی طرف سے ایک خطیر رقم ہماری کمپنی کو ادا کی جاتی۔

یہ اسی شراکت کا شاخسانہ ہے کہ میں اپنی شان دار اور پر آسائش کشتی بیچ سمندر لاوارث چھوڑ کر مجلسی ہوئی رنگت والے نیم وحشی افراد کے درمیان اس خدائی خوار جزیرے میں ڈبکا بیٹھا ہوں۔ یہاں گئی جتنی عورتیں ہیں اور ان کے حسن کا عالم یہ ہے کہ دوسری نظر ڈالنا ذوقِ جمال پر جبر کے مترادف ہے۔

میری عالی شان کشتی زندگی میں میرا سب سے قابلِ فخر اثاثہ اور کامیابی کی علامت تھی۔ چالیس فٹ طویل کشتی کا طاقت ور انجن منہ زور موجوں کا سینہ چیر دینے کی ہمت رکھتا تھا۔ میرا ہی دل جانتا ہے کہ میں نے اسے کیسے کھلے سمندر میں موجوں کے رحم و کرم پر چھوڑا تھا، صرف اس لیے کہ کسی طرح ہماری کمپنی ڈوبنے سے بچ جائے۔ مجھے واضح طور پر یاد نہیں کہ یہ خیال پہلے کس نے پیش کیا۔ دن بھر قرض خواہوں کے سنگلاخ تقاضوں سے سرنگرانے کے بعد بیچ اور میں بخت کے تاریک گوشے میں سر جوڑے بیٹھے تھے۔ بھٹاکا کوئی راستہ، بچاؤ کی کوئی راہ.....

کافی سرکھپانے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ گدھ صفت قرض خواہوں کے منہ بند کرنے اور کمپنی کو سہارا دینے کے لیے ہمیں کم از کم ساٹھ لاکھ ڈالر درکار ہیں۔ سوال یہ تھا کہ اتنی بڑی رقم آئے گی کہاں سے..... ہماری واحد امیر رشتے دار ہم دونوں کی سہیلہ بیویاں تھیں جنہوں نے یہ دولت نان و نفقہ کی مد میں ہم سے اٹھنی تھی، وہ تو ہمیں کوسوں دور سے دھتکار دیتیں۔

ہم یاسیت بھری نظروں سے واجب الادا بل گھور رہے تھے ہماری نظریں کاغذ کے ایک پرزے سے الجھ کر رہ گئیں۔ "انشورنس" بیچ نے چیخ کر کہا۔ یہی لفظ میری زبان پر آنے والا تھا۔ ہماری انشورنس پالیسی کی مالیت ایک کروڑ میں لاکھ ڈالر تھی۔ ہم ایک ہماری رقم پر بیمہ کی مد میں ادا کیا کرتے تھے۔ یہ پالیسی اس زمانے میں خریدی گئی تھی جب ہمیں یکے بعد دیگرے آرڈر مل رہے تھے اور ہم میں افراد پر مشتمل عملے اور تاب ناک مستقبل کو اپنے تابع فرمان پارک خود کو ساتویں آسمان پر محسوس کرنے لگے تھے۔

ایک کروڑ میں لاکھ ڈالر۔ یہ خطیر رقم ساری کی ساری ہماری ہو سکتی تھی اگر ہم میں سے کوئی رضا کارانہ طور پر موت قبول کر لیتا۔ پہلے پہل ہم دونوں ڈراؤنے اظہانوں کا تبادلہ کرتے رہے پھر ہم نے قربانی کے بکرے کا تعین کرنے کے لیے سناہ اجالا پھر ہم رفتہ زیادہ قریب عقل حل تک پہنچ گئے۔ کیا حرج ہے اگر ہم میں سے کوئی ایک رقم کی وصولی تک کے لیے دنیا کے اسٹج سے کنوارہ کرے اور اس وقت تک مظہرِ عام سے غائب رہے جب تک ہماری کچھ دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل نہیں ہو جاتی۔ اس کے بعد "مردہ" دوبارہ نمودار ہو سکتا ہے، جتنی کہ انشورنس کمپنی کو اس کی رٹ لوٹائی بھی جاسکتی ہے۔ تب تک ہم یقیناً اپنے نقصانات کا ازالہ کر چکے ہوں گے۔

ہم دونوں مسرت و جوش سے پھولے نہ سارے تھے۔ قابلِ عمل منصوبہ سامنے ہو تو یہی کیفیت ہوتی ہے۔ سرشاری کے اسی عالم میں مزید دو دن گزر گئے۔ ویسے بھی ہم ابھی تک سب سے بڑے سوال کا جواب نہیں ڈھونڈ پائے تھے۔ ہم میں سے مرنے کا نائٹ کون کرے گا؟

ہم نے منطقی لحاظ سے یہ سوال حل کرنے کی کوشش کی۔ بیچ دماغ کاروبار میں مجھ سے بہتر کام کرتا تھا۔ جب کہ مانگر و سونہ کمپنی میں چھ سال تک سرکھپانے کے باعث میں پروگرامنگ کے فن میں طاق تھا۔ بیچ طلاق یافتہ تھا اور اولاد سے محروم بھی۔ میری نئی نئی شادی ہوئی تھی اور وہ بھی پندرہ برس چھوٹی لڑکی سے۔ جس روز میں بغیر تحفے کے گھر جاتا، میری نئی نوٹی دلبہن کا منہ سوچ جاتا۔ میری طرف سے تو اولین انتخاب بیچ تھا لیکن جان سنا اچھالنے پر نوٹی اور میں ہار گیا۔

"ناس ہارنے سے قطع نظر....." بیچ نے بجا طور پر خوشی سے جھومتے ہوئے کہا۔ "تمہارے لیے تو پورا سیٹ آپ تیار ہے۔ تمہارے پاس ذاتی کشتی موجود ہے اور کشتی رانی میں تمہارا سب سے

مہارت کا یہ عالم ہے کہ جانے کتنی بار کوسٹ گاڑتے تھے مچھلیوں کا کھا جانے سے بچا چکے ہیں!"

"صرف ایک بار۔" میں نے چمک کر کہا۔ "اور وہ بھی میری غلطی نہیں تھی۔ میرا مددگار ایندھن کے معاملے میں غفلت کا مرتکب ہوا تھا اور سمندر کے وسط میں ایندھن کا ٹینک خشک ہو گیا تھا۔"

"لیکن تمہارا یہ اتنا بڑی پن رکارڈ پر موجود ہے اور اگر تم پھر کسی حادثے کا شکار ہو جاؤ، سمندر میں کھو جاؤ یا کشتی سے گر جاؤ تو صرف یہی کہا جائے گا کہ تم واقعی ایک واہیات کشتی راں تھے۔"

"ہو سکتا ہے انھیں یقین نہ آئے کہ یہ کوئی حادثہ ہے؟" میں نے کہا۔ "ممکن ہے وہ کمپنی کی خراب حالت کے پیش نظر اسے خود کشتی سمجھیں؟"

"وہ جو سوچتے ہیں، سوچا کریں۔" سچ نے ہنستے ہوئے کہا۔ اس وقت میں نے قطعاً توجہ نہ دی تھی کہ سچ کچھ حد سے زیادہ ہی دانت نکال رہا ہے۔ "وہ دیکھو بیمہ پالیسی میں خود کشتی کے حوالے سے کوئی شق نہیں ہے، بالفرض انھوں نے اس بنیاد پر دعویٰ مسترد کرنے کی کوشش بھی کی تو وہ کبھی ثابت نہیں کر پائیں گے کہ یہ خود کشتی ہے۔"

سچ کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ اس سے ٹک کر بیٹھا نہیں جا رہا تھا۔ "ہمارا منصوبہ بے عیب ہے مارٹن! تم ان چھوٹے چھوٹے جرائز میں سے کسی ایک میں ڈبک کر بیٹھ سکتے ہو جن کے بارے میں تم مجھے بتاتے رہتے ہو۔ تمہارا سارا دن ساحل پر دھوپ سینکتے اور جھولے میں قیلولہ کرتے گزرے گا، تمہارے ایک ہاتھ میں سرورخش مشروب کا جام ہوگا اور دوسرا ہاتھ جزیرے کی کسی شوخ و سنگ حسینہ کے گرد لپٹا ہوگا۔"

"اور میری بیوی وضعا کا کیا ہوگا؟"

"وضعا کو غم زدہ بیوہ کا کردار ادا کرنا ہوگا۔" سچ نے جلدی سے کہا۔ "لیکن میرے خیال میں فی الحال اسے اپنے منصوبے میں شریک کرنا مناسب نہ ہوگا۔ تم تو جانتے ہو کہ یہ عورتیں پیٹ کی کتنی ہلکی ہوتی ہیں۔"

"لیکن ہماری شادی کو تو ابھی صرف ایک ہی سال گزرا ہے۔ دیکھو! تم فی الحال شادی کے بندھن سے آزاد ہو، تم بھی اتنی ہی آسانی سے کشتی سے گر سکتے ہو جتنا کہ میں۔ اگر ہم دونوں ایک ساتھ سمندر کی سیر کو چلیں اور پھر تم نشے کی جھونک میں لڑکھڑا کر....."

"وہ کبھی اس پر یقین نہیں کریں گے مارٹی! اتنا تو تم بھی سمجھ سکتے ہو۔ انشورنس کمپنی والے گڑبڑ کی بوٹو لگھ لیس گے۔ ہو سکتا ہے

سب رنگ

وہ جھوٹ پکڑنے کی مشین سے تمہارے بیان کی جانچ کریں۔ تم ان ہتھکنڈوں کی لپیٹ میں آ کر پھوٹ پڑے تو ہم دونوں کا ٹھکانا جیل کی کال کوٹھری ہوگی۔ ذرا سوچو پھر وضعا کا تمہارے بارے میں کیا خیال ہوگا۔"

میں اندر ہی اندر غصے سے کھول رہا تھا اور اس پورے منصوبے پر لعنت بھیجنے کو آمادہ تھا۔ میری یہ کیفیت سچ سے پوشیدہ نہ تھی۔ اس نے میرے شانے پر تھکی دی۔ "اچھا ٹھیک ہے۔ ہم وضعا کو سب کچھ سچ بتا دیں گے۔ اُمید ہے وہ سب کچھ سمجھ جائے گی۔ وضعا کاروبار کی اونچ نیچ جانتی ہے لیکن میں اسے حادثے کے فوراً بعد سب کچھ نہیں بتاؤں گا تاکہ اس کے رز عمل میں بناوٹ شامل نہ ہونے پائے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی غلط موقع پر اس کی زبان سے نکلنے والا غلط لفظ کسی غلط کان میں پڑ جائے۔ اب تو ٹھیک ہے نا؟"

مجھے یہ سب گوارا تو نہیں تھا لیکن انکار کا کوئی راستہ بھی نہیں بچا تھا۔ اب مجھے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ آئندہ چند ماہ کی روپوشی کے لیے کون سا جزیرہ مناسب رہے گا۔ میں صرف ایک مرتبہ اس جزیرے پر آیا تھا، وہ بھی محض دو دن کے لیے۔ یہاں کی سب سے اچھی بات یہ تھی کہ ہر کوئی اپنے کام سے کام رکھتا تھا۔ اس لیے میں نے اسی کا انتخاب کیا۔

28 اکتوبر

ارادہ تھا کہ باقاعدگی سے روزنامہ لکھوں گا لیکن کاہلی..... یہ گرمی، ساکت ہوا اور ایسی بے کیف خاموشی کہ لہریں بھی بے آواز ساحل تک پہنچیں، کون ہے جس پر سستی طاری نہ ہوگی۔ میں جب یہاں پہنچا تو ارادہ تھا کہ یہاں کے لوگوں کی بود و باش پر مضمون لکھوں گا لیکن رفتہ رفتہ یہ ارادہ بھی میری خوش اُمیدی کی طرح تحلیل ہو گیا۔ جانے کس نسل سے تعلق ہے ان لوگوں کا۔ تھوڑے ایشیائی، تھوڑے ہسپانوی لیکن زبان..... شاید دنیا میں سب سے الگ۔ بولتے کم، ہنستے زیادہ ہیں۔ سڑک پر ملیں تو نہیں گے، عے خانے میں جمع ہوں تو قہقہوں کے علاوہ کچھ سنائی نہیں دے گا۔ لگتا ہے دنیا کی کوئی لکھران کے قریب سے بھی نہیں گزری۔

ان کی سب سے اچھی بات یہ ہے کہ انھیں اپنے علاوہ کسی سے سروکار نہیں ہے۔ کوئی کسی کے بارے میں نہیں پوچھتا، کسی کے بارے میں نہیں سوچتا۔ حتیٰ کہ ان میں سے کسی نے براہ راست میرا نام بھی پوچھنے کی زحمت نہیں کی۔ صرف وہ لوگ مجھے "مسٹر" یا "باس" کہہ کر مخاطب کرتے ہیں جنہیں میرے ہاتھ کوئی چیز پہنچا ہو۔ مجھے صرف ایک شخص کو اپنا نام بتانا پڑا تھا۔ زیکو۔ بیٹی نامی وہ

میں رات گئے ساحل پر اترا۔ معاملہ میری توقع سے زیادہ آسان ثابت ہوا۔ میں خود کو خطرناک مہم پر نکلنے والا جاسوس محسوس کر رہا تھا تاہم جاسوسوں والے شارٹ ویج ریڈیو ٹرانسمیٹر کے بجائے میں لیپ ٹاپ کمپیوٹر سے لیس تھا۔

رہبر کی کشتی کی ہوائی کال کر میں نے اسے ایک مناسب جگہ فین کر دیا۔ رات میں ساحل پر نگہ رازی اور اگلی صبح زین کو کے دفتر میں پیش ہو گیا۔ مسز موہلی کے فراہم کردہ جھوٹے کو مسکن بنانے کے بعد میں مقامی ٹیلی فون کمپنی کے ایک کمرے پر مشتمل دفتر میں پہنچا اور ٹیلی فون کی درخواست جمع کرا دی۔ پورے جزیرے میں صرف چوبیس ٹیلی فون تھے۔ ان میں سے زیادہ تر سیلر تھے لیکن میں نے ریگولر لائن طلب کی کیوں کہ اس کے ذریعے مجھے اپنے لیپ ٹاپ کمپیوٹر کو انٹرنیٹ سے منسلک کرنا تھا۔ اس جزیرے پر پہنچ کر مجھے حقیقی معنوں میں احساس ہوا کہ انٹرنیٹ کتنی بڑی نعمت ہے اور ای میل رابطے کا کتنا محفوظ اور تیز رفتار ذریعہ ہے۔ وہ مہذب دنیا سے مجھے منسلک رکھنے کا واحد رابطہ تھا۔

انٹرنیٹ سے منسلک ہونے کے بعد میں نے اپنا ای میل بکس چیک کیا۔ وزجنگ کا پیغام وہاں پا کر میں نے اطمینان کا گہرا سانس لیا۔ وزجنگ میرے پازنٹج کا کوڈ نام تھا۔ اس نے میرے انتقال پر بہت دل سے تعزیت کا اظہار کیا تھا اور کمپیوٹر ورلڈ کی ویب سائٹ چیک کرنے کی ہدایت کی تھی۔ میں نے کمپیوٹر ورلڈ کی ویب سائٹ کو ملی تو کمپیوٹر کی دنیا کی خبروں کی فہرست کے تقریباً آخر میں اپنے انتقال کی سرخی پر نظر پڑی۔ اس بات قدری پر میری انا کو خاصی ٹھیس پہنچی۔ میں نے سرخی پر کلک کیا تو تفصیلی خبر سامنے آ گئی۔ سافٹ ویئر کمپنی کا سربراہ جکشتی رانی کے دوران گم ہو گیا۔ خودکشی کا اندیشہ۔

4 نومبر۔ کیو پریٹو۔ سافٹ ویئر انجینئروں ہاروے نارمن اپنی مایہ گیری کی کشتی سے پراسرار انداز میں گم ہو گئے۔ ان کی کشتی منگل کو ایلیٹن کے ساحل کے قریب کو سٹ گارڈز کو لاوارث حالت میں ملی تھی۔ کمپیوٹر کے حلقوں میں گردش کرنے والی افواہ کے مطابق مسٹر نارمن کی کمپنی لورینک دیوالیہ ہونے کے قریب تھی اور باڈیوں ذرائع کے مطابق نارمن کی گم شدگی خودکشی کا نتیجہ ہو سکتی ہے۔ کمپنی کے نائب صدر چل وڈز نے پولیس کو بتایا کہ ان کا پارٹنر کچھ عرصے سے کافی دل برداشتہ اور اعصابی تناؤ کا شکار تھا تاہم ان کے خیال کے مطابق نارمن کی گم شدگی اور ممکنہ موت کسی حادثے کا نتیجہ تھی۔ گویا ابھی تک سب ٹھیک ٹھاک چل رہا تھا۔ اس کے بعد



”ایک نشست پہلی قطار میں اور دوسری آخری میں۔“

جنھں خدا جانے ان لوگوں کا سردار تھا یا میسر۔ بہر حال اس نے مجھے بہت گہری نظروں سے دیکھا تھا۔ میں نے اس کے دیے ہوئے کارڈ پر اپنا نام کر سٹو فریبلے لکھا۔ پیشہ صحافت۔ ظاہر ہے یہاں بھی فرضی ہی تھا۔

زیٹو نے اس کارڈ پر ایک نظر ڈالنے کی زحمت بھی گوارا نہ کی اور ٹبے میں ڈال دیا۔ میں اس کی طرف سے مزید پوچھ گچھ کا خطرہ تھا لیکن اس نے مجھے ایک بوڑھی اور بے تحاشا قریبہ عورت مسز موہلی کے ساتھ روانہ کر دیا۔ مسز موہلی نے ساحل پر بنے ہوئے اپنے تین جھونپڑوں میں سے ایک میرے حوالے کر دیا۔ ایک کمرے پر مشتمل اس جھونپڑے میں ایک بستر، ایک میز، ایک کرسی اور ایک ہی پکھا تھا۔ میں نے سوچ سمجھ کر اس جزیرے کا انتخاب کیا تھا کیوں کہ خاصا دور افتادہ اور سیاحوں کی عدم توجہی کا شکار ہونے کے باوجود یہاں بجلی اور ٹیلی فون کی سہولت میسر تھی اور مجھے ان کی ضرورت تھی۔

اور ہاں! اپنی محبوب کشتی سے خدا کی کے بارے میں تو بتانا یاد ہی نہیں رہا شی سے وعدے کے باوجود میں اسے تباہ کرنے پر خود کو آمادہ نہ کر پایا۔ شی کی خواہش تھی کہ اپنی موت کے ڈراما کو حقیقت سے قریب تر بنانے کے لیے میں کشتی سمندر میں ڈبو دوں یا پھر اسے آگ لگا دوں۔ سب سے موزوں جھوٹ یہ تھی کہ کشتی پر ایسا دھماکا کیا جائے کہ اس کے پرچے اڑ جائیں۔ ایسی صورت میں یہ فرض کر لیا جاتا کہ میری حماقت کی وجہ سے کوئی چنگاری ایندھن کے ٹینک تک پہنچی اور وہ دھماکے سے پھٹ پڑا۔

تاہم آخری وقت پر میں نے محسوس کشتی کو لاوارث چھوڑنے پر اکتفا کیا اور رہبر کی کشتی میں پہنچ چلا تاہم اس جزیرے کی طرف بڑھنے لگا۔



اس ساخت کے طیارے زمین کے علاوہ پانی میں بھی اترنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ میں نے یہ بھی بھانپ لیا کہ مسلح نوجوانوں کے ساتھ ساتھ جریرے کے باقی تمام افراد کی نظریں بھی اسی طیارے کا تعاقب کر رہی ہیں۔

مجھے جموہیزرے تک پہنچانے کے بعد مسز مولیٰ نے جانا چاہا لیکن میں نے راستہ روک لیا۔ شدید اصرار کے سامنے بالآخر اس کی حراست جواب دے گئی۔ اس نے بتایا کہ جریرے میں ایک مقدس فصل اُگتی ہے جس کی فروخت سے کثیر رقم حاصل ہوتی ہے۔ یہ رقم جریرے کے تمام باسیوں میں ایک خاص تناسب سے تقسیم کر دی جاتی ہے۔ جریرے کے باشندوں کا اصل روزگار یہی ہے۔ باہر کی دنیا کے کچھ لوگ اس فصل کی کاشت رکوانا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں طرح طرح کی سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ ان لوگوں کی سرکوبی کے لیے جریرے کے سرکردہ افراد نے ایک دفاعی نظام وضع کر رکھا ہے۔ اس کے تحت مسلح نوجوانوں کی پوری فوج تیار کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ تمام گھروں میں خفیہ ہتھیار لگائے گئے ہیں خطرے کی صورت میں انھیں دباتے ہی سائرن جینے لگتے ہیں اور پورا جریرہ خبردار ہو جاتا ہے اور مسلح حملہ آوروں کو گھیرے میں لے کر ختم کر دیا جاتا ہے۔ مسز مولیٰ نے میز کے نچلے حصے میں نصب ایک سرخ ہتھیار دکھاتے ہوئے خبردار کیا کہ صرف شدید خطرے کی صورت ہی میں الارم کا یہ ہتھیار دایا جائے۔

اب میری سمجھ میں آ چکا ہے کہ جریرے کے ہاسی کوئی معقول ذریعہ آمدنی نہ ہونے کے باوجود اتنے اطمینان اور فراغت کی زندگی کیسے گزارتے ہیں۔ وہ نام نہاد مقدس فصل یقیناً شیش یا کوئی اور بیش قیمت نشہ آور شے ہوگی اور انسداد نشیات کے اداروں کے لیے مستقل

میں تقریباً روزانہ انٹرنیٹ سے منسلک ہوتا رہا۔ ملتے بھر بعد مجھے وزینگ کا ایک اور پیغام ملا۔ بیان خور مزید مہلت دینے پر راضی ہو گیا۔ لیپ والا سخت اکھاڑ پچھاڑ کر رہا ہے۔ مینوشا کو پیار۔

بیان خور تو ظاہر ہے وینگ ہی ہو سکتا تھا۔ لیپ ہماری انٹرنس کمیٹی کا لوگو تھا۔ مینوشا میری فرضی مقامی محبوبہ کا نام تھا جس کے ساتھ میں جج کے خیال کے مطابق پیش کر رہا تھا۔ میں نے پیغام کا جواب دینے کا فیصلہ کیا۔ میں نے ونسا کا حال چال پوچھا۔ کیا اسے اصل صورت حال کا پتا چل چکا ہے؟

دس دن گزر گئے۔ میرے پیغام کا کوئی جواب نہ آیا۔ وقت بہت ہی سست رفتاری سے گزر رہا تھا۔ میں اپنے ساتھ تین ناول لایا تھا لیکن اتنے دنوں میں وہ سلیں زدہ ہو کر پڑھنے کے قابل نہیں رہے تھے۔ مینے میں صرف ایک بار خستہ حال ٹرانسپورٹ طیارہ جریرے میں آتا تھا۔ سامان میں دو اخبار بھی ہوتے تھے لیکن وہ جاپانی سے ملتی جلتی زبان میں ہونے کی وجہ سے میرے لیے بے کار تھے اگر میں جریرے کے کسی باسی کے سامنے "کتاب" کہتا تو جواباً وہ زوردار قہقہہ لگا کر سر ہلانے پر اکتفا کرتا۔

انٹرنیٹ کی ایک ویب سائٹ پر مجھے چند پرانے ناولوں کے مسودے ملے۔ میں نے ہارڈن کی دو کتابیں پڑھ ڈالیں۔ کمال کا آدمی تھا۔ میں ہر صبح ساحل پر دھوپ سینکنا اور مسلسل دھوپ تاپنے سے میرا رنگ کیکڑے کی طرح سرخ ہو گیا۔ بعض مرتبہ میں سارا دن بستر میں لیٹا چھت کا پنکھا گھورتا رہتا۔ اس کے پنکھ بہت سست رفتاری سے گھومتے تھے۔ نواتام کی کوئی چیز نہ پھینکتے۔ کامل مکھیاں دن بھر ان کی سواری کا مزہ لیتی رہتی تھیں۔

18 نومبر

آج دوپہر ایک نہایت سنسنی خیز واقعہ ہوا۔ میں قیلوے میں مشغول تھا کہ اچانک جموہیزا سائرن کی آواز سے گونج اٹھا۔ یہ گریہ آواز چھت میں پوشیدہ کسی اسپیکر سے خارج ہو رہی تھی۔ میں پریشان ہو کر باہر نکلا تو ساتھ والے جموہیزوں سے بھی ایسی ہی آواز سنائی دی۔ میں مسز مولیٰ کے پاس پہنچا تو اس نے تسلی دے کر مجھے واپس جموہیزرے میں جانے کی ہدایت کی۔ وہ مجھے جموہیزرے تک پہنچانے کے لیے ساتھ آئی۔ راستے میں جریرے کے دونوں لوجیوں کو میں نے خود کار آتشیں ہتھیار اٹھائے ادھر ادھر بھاگتے دیکھا۔ ان میں سے چند کے قبضے میں لوجی اور بھائی مٹین گھنٹ اور راکٹ لاؤنچر بھی اٹھرائے۔

اسی وقت میں نے آسمان پر ایک ہلکا سا دھواں دیکھا۔

سب تک

دوسرے۔ چند نشیات فروش افراد یا تھکیموں کا تو قلع قمع کرنا ممکن ہے، کسی جزیرے کی پوری آبادی کیسے قابو میں کی جاسکتی ہے۔ اب احساس ہوتا ہے کہ میں نے خطرناک جگہ کا انتخاب کیا ہے۔ میں خود بھی انسداد نشیات کی کسی کارروائی کی زد پر آ سکتا ہوں لیکن فی الحال میرے پاس کوئی دوسری جگہ بھی تو نہیں ہے۔

22 نومبر

بالآخر وزجنگ کی طرف سے الگ پیغام موصول ہوا۔ لپ روشن ہو چکا ہے۔ یہ پڑھ کر میرا دل دیوانہ وار دھڑکنے لگا۔ اس کا مطلب میں نے یہ اخذ کیا کہ انشورنس کمپنی ادائیگی پر آمادہ ہے۔ ایک کروڑ بیس لاکھ ڈالر! اس رقم سے ہم اپنے بیش تر قرضوں سے جان چھڑا سکتے ہیں۔ کمپیوٹر کی دنیا کے ماہر ترین پروگرامر بھائیوں کی جوڑی براڈ اور ایڈورڈ کی خدمات اپنی کمپنی کے لیے حاصل کر سکتے ہیں اور کاروباری دنیا میں اپنی ساکھ بحال کر سکتے ہیں۔ قسمت نے ساتھ دیا تو اگلے تیس دن کے اندر ہم اپنی نئی پروڈکٹ متعارف کرارہے ہوں گے۔ میں اتنا پُر جوش تھا کہ فوراً سچ کو ایک طویل پیغام لکھ بھیجا۔

”مبارک ہو، ونسا کا کیا حال ہے؟ کیا وہ جانتی ہے میں زندہ ہوں؟ کیا براڈ اور اس کے بھائی سے اب بھی بات چیت چل رہی ہے؟ انھیں دگنے معاوضے کی پیش کش کرو۔ ونسا کو کہو کہ مجھے ای میل بھیجیے۔ اسے بتاؤ کہ میں اس کے لیے ڈیروں تحائف لا رہا ہوں۔ اُمید ہے، اسے ناریل پسند ہوں گے۔ میں جانتا ہوں تحسین تفصیلی پیغام ناگوار گزرے گا لیکن یہ کوئی عام موقع بھی تو نہیں ہے نا!“

انتظار میں پانچ دن حریذ گزر گئے۔ کوئی جواب نہ آیا۔ میں سمجھ گیا کہ سچ کو اب بھی ای میل کے محفوظ ہونے کا یقین نہیں ہے۔ میں نے اسے ایک اور فستے بھر ای میل بھیجا اور کہا کہ ونسا کو فوراً مجھ سے رابطہ کرنے کی ہدایت کرے۔ میں جانتا تھا، سچ، ونسا کی طرف سے بہت محتاط ہے، اسے ڈر تھا کہ کہیں وہ اپنی نوے پچانوے تہیلیوں میں سے کسی کے سامنے سچ نہ اگل دے لیکن میں یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ وہ خود کو عرصہ دراز تک بیوہ ہی سمجھتی رہے۔ میں نے صاف کہہ دیا کہ اگر آئندہ چوبیس گھنٹے میں ونسا کا پیغام نہ ملا تو میں واپسی کے لیے پہلے جہاز میں سوار ہو جاؤں گا۔

اگلی صبح میرے ای میل بکس میں یہ پیغام موجود تھا۔ ”ڈیرو مارٹن سچ نے مجھے سب بتا دیا ہے اور میں سمجھتی ہوں یہ زبردست آئیڈیا تھا سچ کمپنی کی ترقی کے لیے بہترین کام کر رہا ہے

اور مجھے یقین ہے کہ انشورنس کمپنی کی رقم ادا کرنے کے بعد بھی ہماری کمپنی کا استحکام برقرار رہے گا۔ تم نے جو کچھ کیا، وہ تمہاری فیئر موصول بہادری کا ثبوت ہے جس کے لیے تم میری طرف سے ڈیرو مارٹن کے مستحق ہو۔ میں بے تابی سے تمہاری خبریں ہوں۔ ونسا۔“

میں دیر تک پیغام گھورتا رہا۔ پہلی ملاقات کے بعد سے ونسا نے بہ مشکل نصف درجن مواقع پر میرے لیے کوئی پیغام تحریر کیا تھا۔ میں نے زیادہ تر پیغامات تنہائی کا ڈر پڑ لکھے تھے اور وہ سب ایک ہی انداز میں شروع ہوتے تھے۔ ڈیرو مٹ! یہ میرا پیار کا نام تھا جو میں نے مجھے دیا تھا۔ اس نے مجھے کبھی ڈیرو مارٹن نہیں لکھا، صرف ایرو صرف ڈیرو مٹ کہا۔ ظاہر ہے سچ میرے اس نام سے بے خبر تھا۔

کچھ دیر بعد میرے شکوک ماند پڑ گئے۔ یہ ای میل سچ نے بھیجا تھا۔ ونسا نے غالباً سچ کی موجودگی میں پیغام ٹائپ کیا ہوگا۔ ہو سکتا ہے، اسے میرا بے تکلفی کا نام استعمال کرنا مناسب نہ لگا ہو۔ چیخ بھی ہوا ہوگا۔ میں نے خود کو تسلی دی۔ بلاشبہ اس صورت حال کی ایک اور صراحت بھی ممکن تھی۔ اگر سچ نے اسے ابھی تک میرے زندہ ہونے کے بارے میں نہ بتایا ہو تو؟ اگر یہ خط بھی سچ نے خود ہی لکھا کیا ہو تو تصدیق کیسے ممکن ہے؟ ای میل میں بس یہی تو خالی ہے ہاتھ کی لکھائی کا نہ ہونا۔ جعل سازی تو بچوں کا کھیل ہے۔ تب میرے ذہن میں ایک خیال ڈر آیا۔

”ڈیرو ونسا!“ میں نے لکھا۔ ”بہت یاد آتی ہو، مجھ پر ایک احسان کرو، سوچ سوچ کر تھک گیا لیکن تمہارے کتنے کا نام یاد نہیں آ رہا، جلد از جلد لکھ بھیجو، ڈیروں پیار، بیٹ۔“

درحقیقت مجھے ونسا کے کتنے کا نام بہ خوبی یاد تھا۔ راجر مجھے ایک آنکھ نہ بھاتا تھا لیکن ونسا اسے بہت چاہتی تھی۔ ظاہر ہے سب لیلیٰ کا نام مجنوں کیسے بھول سکتا ہے۔

جواب آنے میں تین دن لگے۔ ”ڈیرو مارٹن“ لکھا تھا۔ ”تمہارے لیے یہ جانتا تھا ہم کیسے ہو گیا؟ بہر حال میرے پیارے کتنے کا نام ہاں ہے۔“ کتنے کے نام کی تصدیق ہو گئی لیکن میرا نام مارٹن ہی رہا۔ مجھے احساس ہوا کہ اس سے کچھ بھی ثابت نہ ہو سکا۔ سچ کے لیے خطا سے کتنے کا نام پوچھنا کون سا دشوار کام ہے۔

16 دسمبر

میں اپنی کمپنی کے بارے میں کوئی اطلاع حاصل کرنے کے لیے سرٹوڈ کوشش کر رہا ہوں۔ نورینک جیسی چھوٹی سی کمپنی کا کاروباری جریدوں میں زیادہ توجہ نہیں دی جاتی تاہم میں ہلکا ورلڈ کی ویب سائٹ سے ایک خبر ڈھونڈنے لگے میں کام پایا رہا۔

سخن طراز

ہڈت ہری چند اختر صاحب کا ایک دوست انہیں راستے میں مل گیا اور کہنے لگا۔ "ہڈت مئی آپ کو دعوت نامہ تو مل گیا ہوگا، آجندہ ملتے میرے بڑے لڑکے کی شادی ہو رہی ہے۔ آج اس کے سہرے کی کتابت کروانے کے لیے یہاں آیا تھا، اب اسے چھوانے کے لیے پریس جارہا ہوں۔"

اختر صاحب نے کتابت شدہ سہرا اپنے دوست کے ہاتھ سے لے کر پڑھنا شروع کیا اور ایک دو ابتدائی شعر پڑھنے کے بعد ہی پھٹ پڑے۔ "کس آنو کے ہٹے نے یہ شعر لکھے ہیں؟"

اختر صاحب کا دوست عجیب سا ہو گیا اور ان کے ساتھ کھڑے ہوئے ایک منحنی سے نوجوان کا چہرہ کتابت کے کاغذ کی طرح ہٹا پڑ گیا۔ "یہ حسرت ہیں جنہوں نے سہرا لکھا ہے۔" اختر صاحب کے دوست نے کسی مجرم کی طرح پشیمان ہو کر اس نوجوان کی طرف اشارہ کیا۔ اس نوجوان کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر اختر صاحب کو اپنی صاف گوئی پر افسوس ہوا لیکن دوسرے ہی لمحے انہوں نے شاعر صاحب سے مصافحہ کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ "خوب تو یہ سہرا آپ نے لکھا ہے، بہت اچھے شعر ہیں، جزاک اللہ لیکن صاحب، مجھے تو اس کی کتابت دیکھ کر تکلیف ہو رہی ہے، دیکھیے ناٹو شق کاتب نے اچھے نکلے شعروں کا ستیاہاس کر رکھا دیا ہے۔"



ایک بار ہڈت ہری چند اختر بہت گھبرائے ہوئے سے عرشِ ملیانی کے پاس پہنچے اور کہنے لگے۔ "مجھے اُحائی سو روپے دے دو۔" عرش نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟" نام لے کر کہنے لگے کہ لالا صاحب کو پانچ سو روپوں کی ضرورت ہے، انہوں نے قرض مانگا ہے۔

عرش نے بے زنجی سے کہا۔ "مگر یہ روپے آپ کو نہیں ملیں گے۔"

جواب دیا۔ "یہ تو میں بھی جانتا ہوں، اسی لیے آپ کے پاس آیا ہوں۔"



ایک ہندو لالا کی شادی میں مولانا عبد المجید سالک، مولانا غلام رسول مہر اور ہڈت ہری چند اختر شریک تھے۔ میزبان کی طرف سے بڑا تکلف و شوق کھانے کے بعد جب ہر مہمان کو "جل جبر" کا ایک گلاس پیش کیا گیا تو مولانا غلام رسول مہر نے تعجب ہو کر ہڈت ہری چند اختر سے پوچھا۔ "ہڈت مئی ایہ تل جبر کیا چیز ہے؟" اختر صاحب کے جواب دینے سے پہلے ہی سالک کہنے لگے۔ "ہی بھی لے یا، یہ ہندوؤں کا سوڈا واٹر ہے۔"

حرکت ہے، مجھ سے انضمام کے بارے میں مشورہ کیوں نہیں کیا؟ تم جانتے ہو ارنی کیسا کینہ صفت شخص ہے! آخر یہ سب ہو کیا رہا ہے؟ فوراً جواب بھیج دیا پھر دوبارہ جواب دینی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اس مرتبہ سچ نے جلاتا خیر جواب دیا۔ دماغ ٹھنڈا رکھو۔ کہنی کی بقا و ترقی کے لیے اپنی بہترین کوششیں کر رہا ہوں۔ ارنی براڈ برادران کے ساتھ بہتر کام کرتا ہے۔ تمہیں دوبارہ زندہ کرنے کا سب سے تیز راستہ یہی تھا۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔"

میرا غصہ دھیمپا پڑ گیا۔ میں پوری طرح مطمئن نہیں ہوں۔ میں نے لکھا۔ "ٹھیک ہے لیکن میری واپسی جلد از جلد ہونا چاہیے، ٹکس ہو تو کرکس سے پہلے۔ میں وضائی دل نشیں مسکراہٹ کو ترس گیا ہوں۔" میرے اس ای میل کا کوئی جواب نہ آیا۔ میں روزانہ اپنے کاروبار سے متعلق ویب سائٹس کھنکھاتا لیکن وڈز اینڈ ویب فٹ کے بارے میں کہیں ایک لفظ بھی دکھائی نہ دیتا۔

21 دسمبر

ہالا آخر کمپیوٹر ورلڈ کی ویب سائٹ پر اپنی کہنی کا تذکرہ نظر آئی کیا۔ کسی مضمون میں نہیں بلکہ ایک فوٹو کے کپشن میں۔ اس صلعے پر دنیا کی سرکردہ کمپنیوں میں جاری کرکس کی ضیافتوں کی

نورینک اور ویب فٹ کمپنیوں کا انضمام
14 دسمبر۔ ہالا آخر نورینک انکار پور ٹیڈ کمپنی کے سربراہ محل وڈز نے انٹرنیٹ سافٹ ویئر بنانے والی معروف کمپنی ویب سے اپنی کمپنی کے باقاعدہ انضمام کا اعلان کر دیا۔ یہ اعلان کمپنی کے ایگزیکٹو باروے نارمن کی موت کی تصدیق اور براڈ اینڈ ایڈورڈ برادران کے باضابطہ طور پر کمپنی کے نائب صدر کے عہدے سنبھالنے کے بعد کیا گیا۔ نئی کمپنی کو وڈز اینڈ ویب فٹ کا نام دیا گیا ہے۔

انضمام؟ وڈز اینڈ ویب فٹ؟ ہاں ہم نے ایک زمانے میں ویب فٹ سے الحاق کے بارے میں سوچا تھا لیکن ویب فٹ کا کرتا دھرتا ارنی جالس اول درجے کا فبیٹ اور بدیت تھا۔ وہ تو میری جگہ کمپنی کا سربراہ بننے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ لیکن نہیں، اب میرے عالی شان دفتر کے دیڑھی اشت پرچ براجمان تھا۔ اس نے خود سربراہ کے عہدے پر ترقی دے دی تھی۔ منطقی اعتبار سے یہ درست بھی تھا۔ سابق سربراہ کے فریق آپ ہونے کے بعد اس کی جگہ خالی تو نہیں چھوڑی جا سکتی تھی لیکن یہ سب میرے علم میں لانا کیوں ضروری نہیں سمجھا گیا؟

میں نے ایک اور تیز دھارا ای میل داغ دیا۔ یہ کیا واہیات

سب دیکھ

روز ایک مقامی باشندے کے ریل یو پی میں نے کرمس کے مقدس نعمات سے تو کیا ایک میری یادداشت لوٹ آئی۔ مجھے تو کبھی بھی رونما ہو سکتے ہیں نا؟ بہر حال میں بہت جلد گھر پہنچی رہا ہوں اور اپنی اپنے وارپاں سنبھالنے کے لیے پوری طرح تیار ہوں۔ پارٹنر۔

یہ پیغام بھیجتے وقت مجھے اپنی کسی پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اسے پڑھتے وقت مجھ کے لبوں پر مسکراہٹ ہوگی۔

ارے ہا ہر اتنا شور کیوں ہو رہا ہے؟ یہ تو پہلی کا پڑ کے ٹکڑوں کی آواز ہے، شاید سیاحوں کی کوئی نئی ٹولی آئی ہے، دیکھنا چاہیے۔ ہاں، سیاح ہی ہیں، تعداد میں تین تین لیکن ان میں کوئی بھی لڑکی نہیں، کاروباری سوٹ میں ملبوس، دھوپ کے سیاہ چشمے لگائے ہوئے۔ ان میں سے ایک جانا پہچانا لگ رہا ہے، سچ سے بے حد

مشابہ، وہی شکل صورت..... اوہ یہ تو سچ ہی ہے، یہ یہاں کیا کر رہا ہے؟ شاید مجھے لینے آیا ہے۔ اچھا ہے، اب مجھے دو ہفتوں تک سمندری سفر کا عذاب نہیں سہنا پڑے گا، میں شایان شان طریقے سے گھر لوٹوں گا لیکن ایک بات عجیب ہے، پہلی کا پڑ میں صرف چار افراد کے بیٹھنے کی گنجائش ہے، ایک پائلٹ ہو گیا، باقی تین یہ تو

مستلاشی نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہے ہیں۔ ارے! ان تینوں کے ہاتھ ان کے کوٹ کی جیبوں میں کیوں ہیں؟ ان کی شکلیں مجھے ذرا بھی اچھی نہیں لگ رہیں۔ اتنے لمبے، اتنے چوڑے۔ سمجھ گیا سچ کا خیال درست نکلا، اسی میل رابطے کا بالکل محفوظ ذریعہ نہیں ہے۔ اسی میل بھیجنے کے مقام کا پتا لگایا جاسکتا ہے۔ خصوصاً

جب مقصد بہت بڑا ہو، جب کوئی کاٹنا ہر قیمت پر راستے سے ہٹا ہو۔ ان کی نظریں بالآخر میرے جھونپڑے پر مرکوز ہو جائیں گی۔ اس سے پہلے کہ یہ مجھ تک پہنچیں، مجھے اپنے بچاؤ کا واحد

راستہ، واحد طریقہ اختیار کر لینا چاہیے۔ مسز مولیٰ نے درست کہا تھا لارم کا سرخ بٹن دبتے ہی جہزب کے مسلح نوجوان بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آتے ہیں اور حملہ مہیا

مداخلت کاروں کو بھول ڈالتے ہیں۔ سچ اور اس کے ساتھ آنے والے کرایے کے قاتل مرتے دم تک یہ عقدہ حل نہ کر سکیں گے کہ یہ سب کچھ اٹالامیری تیلری تو مکمل ہے ہی پس اپنی کہانی میں تھوڑی ترمیم کرنا۔

اور ہاں ووڈز اینڈ ویب فٹ کا نیا نام بھی تو سوچنا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اینڈ ویب فٹ مناسب ہے گا۔ آپ کی کیا رائے ہے؟



Zegham imran

تصویری جھلکیاں موجود تھیں۔ ارب پتی بل ٹیٹس مانگر، سافٹ میں اپنے کارکنان کو بیش قیمت مسکراہٹ سے نوازتے ہوئے۔ انٹیلی، ڈیل اور اینڈ ویب کی تقاریب میں جگہ مگاتے چہرے اور ووڈز اینڈ ویب فٹ کے سرکردہ افراد کمپنی کی ترقی اور روشن مستقبل کے لیے شہسپوں کے جام نگراتے ہوئے۔ ارنی جانس کے چہرے پر مخصوص بھید بھری مسکراہٹ، براڈ اور اینڈ ویب کے ہونق چہرے اور میرے شراکت دار کا ہشاش بشاش، چمکتا چہرہ۔ اس کا بازو ایک حسین و نوجوان سابق ماڈل گرل کی نازک کمر سے لپٹا ہوا تھا۔ گلے گلے کے سیاہ لباس میں خوشی سے لب ریز قہقہے بکھیرتی ہوئی ویسا اس لیے کوئی آسمانی مخلوق نظر آ رہی تھی۔

2 جنوری

میں نہیں جانتا کون سا منظر زیادہ بے زار کن ہے۔ ویران ساحل یا میرے لیپ ٹاپ کمپیوٹر کی چوکور اسکرین۔ میں گزشتہ تین ماہ سے انھیں گھورتا رہا ہوں اور میں نہیں سمجھتا کہ آئندہ کبھی تعطیلات کے دوران میں کمپیوٹر اسکرین پر ایک نظر بھی ڈالوں گا۔

کمپیوٹر سے پوری طرح پیچھا چھڑانا تو خیر ممکن ہی نہیں۔ میری تو پوری زندگی ٹیکسل کا مجموعہ ہے اور جب میں کیو پر ٹیٹو واپس پہنچوں گا تو کمپیوٹر اسکرین ایک بار پھر دل کش لگے گی۔ مجھے نورینک.....

معاف کیجیے ووڈز اینڈ ویب فٹ میں اپنی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لیے ذہنی طور پر تیار ہو جانا چاہیے۔ امید ہے وہ لوگ بھی مجھے حساب کتاب دینے کے لیے ذہنی طور پر تیاری کر رہے ہوں گے۔ کرمس نہ سہی، میں جنوری کے تیسرے ہفتے میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔ اگر

بارہ ماہ بحری جہاز کیرولینا کو سان فرانسسکو تک بہت زیادہ مقامات پر ٹھہرنا نہیں پڑا تو..... بہر حال میں نے بجگ کرائی تو کپتان نے بتایا کہ سفر زیادہ سے زیادہ چودہ دن پر مشتمل ہوگا۔ البتہ اس نے مجھے

خبردار کیا کہ سفر غیر آرام دہ اور گرم ہوگا۔ وجہ موسم کی گرمی نہیں، دراصل مجھے انجن روم سے متعلق کچھ ہی مل سکا تھا۔

اب میں اپنا سارا سامان پیک کرنے کے بعد کمپیوٹر سے تمام اہم میل پیغامات صاف کر رہا ہوں جو میرے خلاف ثبوت بن سکتے ہیں، خصوصاً آخری پیغام جس میں لکھا تھا۔

مجھے میری کہانی اس طرح ہوگی۔ میں ادا نہیں تھا، میری کشتی کا انجن گریز کر رہا تھا اور ریڈیو بھی بے کار ہو گیا تھا۔ چناں چہ میں ربر کی کشتی سمجھتے ہوئے ایک جزیرے پر پہنچا لیکن بد قسمتی سے ساحل پر میں بری طرح سے گر پڑا اور سر کی چوٹ کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا۔ جب آٹھ گھنٹے کی تو بھول چکا تھا کہ میں کون ہوں۔ کرمس کے